# کل من علیہا فان

خالد مسعود خان

میں لاس اینجلس میں فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سویا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس وقت صبح کے پانچ بج کر سینتیس منٹ ہوئے تھے۔ دوسری طرف پاکستان سے اظہار الحق صاحب تھے۔ میں حیران تھا کہ اظہار صاحب کے پاس میرا امریکہ کا موبائل نمبر کس طرح آیا ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اظہار صاحب کہنے لگے: مجھے یہ نمبر آپ کے گھر سے ملا ہے۔ میں نے پوچھا خیریت ہے؟ اظہار صاحب ایک لمحے کے لیے چپ ہوئے پھر کہنے لگے آپ کو ذوالکفل کی کوئی خبر ملی ہے؟ میں نے کہا بس آخری خبر یہی ہے کہ وہ سعودیہ میں ہے۔ اظہار صاحب کہنے لگے مجھے حافظ صفوان کا فون آیا تھا۔ پھر پوچھنے لگے آپ حافظ صفوان کو تو جانتے ہیں ناں! میں نے کہا بہت اچھی طرح۔ اظہار صاحب کہنے لگے مجھے حافظ صفوان نے بتایا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایکسیڈنٹ میں ذوالکفل خالق حقیقی سے جاملا ہے۔ صدمے سے میں بالکل گنگ اور بے جان ہوگیا۔ مجھے نہیں پتا پھر اظہار صاحب نے اور کیا کہا۔ اگلے تین چار منٹ ایک عجیب کیفیت میں گزرے۔ میں فون پر بات بھی کر رہا تھا مگر مجھے نہ تب یاد تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور نہ اب ہی کچھ یاد آرہا ہے۔ میں علی الصبح لاس اینجلس میں اپنے کمرے میں بالکل اکیلا تھا اور مجھے لگ رہا تھا کہ میں شاید پوری دنیا میں بالکل اکیلا ہوں۔ تب فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ دوسری طرف میری بیٹی تھی۔ پوچھنے لگی آپ کو اظہار انکل کا فون آیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں آیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگی آپ ماما سے بات کریں۔ میری بیوی کو اس بات کا پورا اندازہ تھا کہ میری اس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ وہ میری جانب سے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر مسلسل بول رہی تھی۔ وہ مجھے حوصلہ دے رہی تھی۔ ذوالکفل کی باتیں کر رہی تھی۔ مجھے آج صبح اندازہ ہوا کہ وہ میرے دوستوں سے میرے تعلق کے بارے میں کتنی آگاہی رکھتی ہے۔ اس کے فون نے مجھے کھل کر رونے کا موقع بھی دیا اور حوصلہ بھی دیا۔

سید ذوالکفل بخاری سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم و مغفور کا سب سے چھوٹا نواسہ تھا۔ میری اور اس کی دوستی کب ہوئی؟ مجھے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ میرا دوست تو دراصل اس کا بڑا بھائی سید کفیل بخاری تھا۔ ہماری دوستی کل پاکستان بین الکلیاتی مباحثوں کے دوران ہوئی۔ خطابت عطاء اللہ شاہ بخاری کے خانوادے کی نمایاں خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہوتی؟ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فنِ خطابت میں اس وقت پورے ہندوستان پر فضیلت حاصل تھی جب پورا ہندستان، شعلہ بیان خطیبوں اور مقرروں سے بھرا پڑا تھا۔ ذوالکفل ہم سے بہت چھوٹا تھا اور ایک عرصہ تک میں نے اسے محض برخوردار سمجھ کر درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ ایک دوبار محض مروتاً میں نے اس سے وقت گزارنے کے لیے (کفیل بخاری کے انتظار کے دوران) اس سے بات چیت کی تو اندازہ ہوا کہ یہ کم عمر نوجوان تو بہت پڑھا لکھا ہے۔ ادب، مذہب، فلسفہ، شاعری، تنقید اور تصوف، غرض وہ ہر موضوع پر اپنی عمر سے کہیں زیادہ بالغ اور علمی گفتگو کرتا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ نہ صرف خود بلکہ اپنے تمام ہم عمر دوستوں رؤف کلاسرا، مختار پارس، عبدالودود شعیب،، حبیب الرحمٰن خان کو بھی میرے حلقۂ دوستی میں لے آیا۔ یہ تمام نوعمر لڑکے اس طرح خاموشی سے میری زندگی میں داخل ہوئے کہ بہت عرصہ بعد پتا چلا کہ یہ سب میرے لیے کتنے اہم ہو چکے ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ میں جو کبھی پہلے مدرسہ خیر المدارس کے اندر پچھلی طرف واقع ایک چھوٹے سے کچے صحن میں اور بعد ازاں مدرسہ معمورہ کے اندر دارِ بنی ہاشم میں صرف اور صرف کفیل بخاری کو ملنے جاتا تھا۔ اب دونوں بھائیوں سے ملنے جاتا تھا۔

اور پھر ایسا ہوا کہ میں ذوالکفل کو ملنے جاتا تھا اور اگر وہ نہ ہو تو کفیل بخاری کے پاس بھی بیٹھ جاتا تھا۔ کفیل بخاری اب پورا مولوی بن چکا تھا۔ ایک ایسا مولوی جس کے پاس بیٹھ کر زندہ دِلی کا ایک خوشگوار احساس ہوتا تھا لیکن میں اُسے ہنس کر کہتا تھا کہ تمھارے جیسا پڑھا لکھا اور زندہ دل مولوی ملتان تو کیا شاید پورے پاکستان میں نہ ہو مگر جب میں تمھارا بھاری بھرکم نام مختلف جلسوں کے پوسٹروں پر دیکھتا ہوں تو گھبرا جاتا ہوں کہ بہر حال تم ایک شعلہ بیان مقرر، خطیب اور نجانے کیا کیا ہو اور خدا جانے غیر ارادی طور پر ہم سے تمھاری شان میں کیا گستاخی ہو جائے۔ لہٰذا تم ہمیں بخشو، ہم خود کو ذوالکفل کے ساتھ زیادہ خوش اور آرام میں محسوس کرتے ہیں۔ تاہم سب سے مزیدار وقت وہ ہوتا تھا جب دونوں بھائی اکٹھے ہوتے تھے۔ تب ذوالکفل نے عرصے سے غیر متحرک ادبی تنظیم ''فاران اکادمی'' کو دوبارہ سے زندہ کیا اور تمام دوستوں کو پھر سے ہفتہ وار اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ عبدالودود شعیب، ، مختار پارس، خالد سنجرانی، مختار علی اور اسی قسم کے تمام نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی ایک کھیپ اس نے اکٹھی کر لی۔ وہ ہر قسم کے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کر لینے پر قادر تھا۔ اسی دوران اس نے ایم اے انگریزی پرائیویٹ طور پر کر لیا۔ وہ اردو ادب کے علاوہ فارسی اور عربی ادب پر ابتدائی قسم کے علم سے کہیں آگے درجوں تک پہنچا ہوا نوجوان تھا۔ اب انگریزی ادب بھی اس کا میدان تھا۔ اس نے بطور انگلش لیکچرر ایک گورنمنٹ کالج جوائن کر لیا۔ اِسی اثنا میں اُس نے ایم اے اردو بھی کر لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ اس ڈگری سے پہلے بھی میرے بے شمار جاننے والے اردو کے پروفیسروں سے کہیں زیادہ اردو ادب اور زبان سے آگاہ شخص تھا۔ یہ ڈگری تو محض اس کے علم کا ایک ایسا سرکاری اعتراف تھا جو فی زمانہ نوکری کے حصول کے لیے لازمی قرار پایا ہے۔ وہ صبح سرکاری کالج میں انگریزی اور بعد از دوپہر ایک نام ور پرائیویٹ کالج میں اردو پڑھاتا تھا۔ مجھے ان طلبہ پر رشک آتا تھا جو اس سے اکتساب علم کر رہے تھے۔ وہ پڑھانے کے فن سے مالا مال تھا اور کیوں نہ ہوتا؛ ابلاغ، خطابت اور تاثیر اس کا خاندانی ورثہ تھا اور وہ اس وراثت کا صحیح امین تھا۔ میرے پرانے دوست تو پہلے ہی بکھر چکے تھے۔ دوستوں کا یہ نیا حلقہ بھی آہستہ آہستہ غائب ہو گیا اور صرف ذوالکفل ملتان میں رہ گیا۔ اس عرصے میں ہم نے بہت سا وقت ساتھ گزرا۔ یہ میری زندگی کے بہترین وقتوں میں سے ایک تھا۔ پہلے ایسا ہی وقت صفدر سہیل کے ساتھ گزارا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ذوالکفل عربی بچوں کو انگریزی سکھانے کے لیے سعودیہ چلا گیا۔ کئی سال تک وہ سکول میں پڑھاتا رہا پھر گزشتہ سال وہ مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی میں منتخب ہو گیا اور درمیان میں پاکستان آیا اور کئی ماہ یہاں رہا۔ یہ پیریڈ پرانی یادوں سے بھرپور تھا۔ وہ سعودیہ سے ہر سال ایک ماہ کے لیے آتا تو تمام ممکنہ میسر دوستوں کو صبح کے ناشتے پر اکٹھا کرتا۔ تقسیم میں امرتسر سے آنے والے اس سید خاندان پر کشمیر سے امرتسر اور پھر وہاں سے ملتان ہجرت نے کچھ خاص اثر نہیں کیا تھا۔ میں وہاں بننے والی نہایت عمدہ کشمیری چائے سے مستقل فیض یاب ہونے والوں میں سے تھا۔ جن دنوں ذوالکفل ملتان ہوتا میرے لیے کشمیری چائے کا قہوہ ہمہ وقت موجود رہتا تھا۔ اس مرتبہ وہ پاکستان آیا تو ملاقاتوں کا سلسلہ پرانی ڈگر پر چل نکلا لیکن آخری دنوں میں ہم دونوں اپنی اپنی مصروفیات کے باعث نہ مل سکے اور وہ سعودی عرب چلا گیا۔

میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ میں کفیل بخاری سے فون پر بات کر لوں مگر میں نے اسے صاف جواب دے دیا کہ میرے پاس اتنی ہمت ہی نہیں کہ میں کفیل بخاری سے بات کر سکوں۔ یہاں یہ عالم ہے کہ سید عطاء اللہ بخاری کے حوالے سے تو ذوالکفل کو لوگ جان لیں گے لیکن یہاں یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ شخص اپنی اس خاندانی پہچان کے علاوہ کیا تھا اور میرے لیے کیا تھا۔ کسی کو کچھ بتانا بے کار ہے۔ یہاں امریکہ میں اکیلا میں ہوں اور میرا بھیگا ہوا تکیہ ہے۔ ذوالکفل کو تو بیت اللہ میں نماز جنازہ نصیب ہوئی۔ درجنوں دوستوں کی موجودگی کے باوجود میں یہاں اس وقت تنہا ہوں اور اس تنہائی میں مجھے قرآن مجید کی ایک آیت حوصلہ دے رہی ہے۔ **کل من علیھا فان**۔ (ہر چیز جو اِس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے)۔ (روزنامہ جنگ　۱۸/نومبر ۲۰۰۹ء)